مالی وصیت کیسے اور کن کے لیے کریں؟

قاضی محمد فیاض عالم قاسمی
ممبئی

اسلام نے انسان کی جان و مال کا حقیقی مالک اللہ رب العزت کو قرار دیا ہے، اور زمین پر اللہ کی نیابت اور خلافت حاصل ہونے کی وجہ سے اُسے اپنے مال و جان پر عارضی ملکیت عطا کی ہے، اور اسی بنا پر اپنے مال پر کسی قدر تصرف کرنے کا اختیار بھی دیا ہے، تاکہ وہ اپنے لیے کھانے پینے اور بود و باش کا انتظام کرے، نیز اپنے قریبی رشتہ داروں کے نان و نفقہ کا بھی بندوبست کر سکے۔

انسان کی روح اس کے جسم سے نکلتے ہی اس کی یہ ملکیت اس سے سلب ہو جاتی ہے اور مال مکمل طور پر اسی مالکِ حقیقی کے قبضہ میں رہ جاتا ہے، لیکن چوں کہ موت سے قبل اس نے اس مال کی حفاظت کی تھی، اس لیے اس کے کفن و دفن اور قرض وغیرہ میں اس مالِ متروکہ کو استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے بعد بھی اگر مال بچ جائے تو جن لوگوں کا اس میت کے ساتھ قریبی رشتہ تھا اور جن کے نان و نفقہ کا انتظام وہ اسی مال سے کیا کرتا تھا، خداوند قدوس نے اس مالِ متروکہ کو ان ہی لوگوں کے درمیان متعینہ حصوں میں تقسیم فرما دیا اور اس مال کی حفاظت ان پر لازم کر دی۔ اس سے استفادہ کرنے، نیز اس کے قریبی رشتہ داروں کے نان و نفقہ کا بندوبست کرنے کو ضروری قرار دیا۔

جب انسان بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے تو اسے قدم قدم پر دوسروں کے تعاون کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر کوئی اس کی اچھی طرح سے خدمت کرتا ہے اور قدم قدم پر ساتھ دیتا ہے، وہ اس احسان کے بدلے اپنی وفات سے پہلے اسے کچھ مال یا جائداد میں سے کچھ حصہ دیے جانے کی وصیت کرتا ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ انسان اپنی جائداد کا کچھ حصہ کسی مدرسہ یا مسجد یا کسی رفاہی ادارہ کو وصیت کرنا چاہتا ہے، مگر ناواقفیت کی وجہ سے وصیت باطل ہو جاتی ہے۔ ہم نے علماء ہند کے اردو فتاویٰ کے باب الوصیة کا جائزہ لیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ وصیت کے بہت سے سوالوں میں وصیت باطل ہوئی ہے، اس طرح وصیت کرنے

والوں کی خواہشات اپنے محسنین کے حوالہ سے پوری نہیں ہو پاتی ہیں۔اسی طرح اگر اس کے کسی بیٹے یا بیٹی نے دیگر وارثین کے مقابلہ میں اپنے والد بزرگوار کی زیادہ خدمت کی تو اس کے لیےبھی ہبہ کے بجائے وصیت کیے جانے کی رسم موجود ہے۔

وصیت کی شرائط

چوں کہ تجہیز وتکفین اور قرض سے میت کا حق متعلق ہے اور وارثین کے درمیان تقسیم کرنے میں خود مال کا حقِ حفاظت متعلق ہے، اس لیے اس میں کوئی خاص شرط نہیں لگائی گئی، جب کہ وصیت جس کا تعلق اجنبی سے ہوتا ہے، اس میں دو شرطوں کوملحوظ رکھا گیا۔

پہلی شرط: وصیت کسی وارث کے لیے نہ ہو، یعنی بیٹا بیٹی، ماں باپ، اور بیٹے کی موجودگی میں بھائی بہن کے لیے وصیت جائز نہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر صاحبِ حق کا حق متعین کردیا ہے، لہٰذا وارث کے لیے وصیت نہیں ہے۔(ترمذی:۲/۳۲)

دوسری شرط: وصیت ثلث مال یعنی ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو، چنانچہ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال میں بیمار ہوگیا تو آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس بہت سارا مال ہے اور میری صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں دوسروں کے لیے پورے مال کی وصیت کردوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: تو کیا آدھے کی کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: ایک تہائی کی کردوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایک تہائی بھی بہت ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اپنی اولاد کو مال دار بنا کر چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔(مسلم ۲/۴۰،ترمذی ۲/۳۴)

پس اگر کوئی ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے یا اپنے وارث ہی کے لیے وصیت کرے، مثلاً اس کے مرنے کے بعد فلاں کو ایک تہائی سے زیادہ مال دیا جائے یا اس کے مرنے کے بعد اس کے فلاں وارث کو اتنا مال (اس کے شرعی حصہ کے علاوہ) دیا جائے، تو ایسی وصیت معتبر نہیں، البتہ اگر دیگر ورثاء مورث کی وفات کے بعد راضی ہوجائیں تو پھر اس کا اعتبار ہوگا، مورث کی وفات سے پہلے ان کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وارث کے لیے وصیت نہیں ہے، مگر یہ کہ دوسرے وارثین اجازت دیں۔(سنن سعید بن منصور:۴۲۶)

حضرت ابن مسعودؓ، شریحؒ، طاوسؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور دیگر فقہاء کا یہی

مسلک ہے۔(أوجز المسالك ٣٤٨/ ١٤ . الدرالمختارمع ردالمحتار ٣٤٠/ ١٠)

وصیت کا درجہ

میت کے مالِ متروکہ سے پہلے اس کی تجہیز وتکفین کا نظم کیا جائے گا، اگر اس کے اوپر قرض ہے تو اس کی ادائیگی کی جائے گی، پھر اگر کچھ مال بچ جاتا ہے تو اس کے وارثین میں مال شرعی حصوں کے بقدر تقسیم ہوگا۔

وصیت کرنے کا حکم

غیر وارث رشتہ داروں کے لیے وصیت کے سلسلے میں یہ تفصیل ملحوظ ہے کہ اگر مورث کے وارثین مالدار ہیں یا مال بہت زیادہ ہے تو ان کے لیے وصیت کرنا مستحب ہوگا، چنانچہ مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: باجماعِ امت یہ ظاہر ہے کہ جن رشتہ داروں کا میراث میں کوئی حصہ نہیں ہے، ان کے لیے میت پر وصیت کرنا فرض اور لازم نہیں ہے، البتہ بشرطِ ضرورت صرف مستحب رہ جاتی ہے اور اگر وارثین غریب ہیں یا مال کم ہے تو وصیت کرنا بہتر نہیں ہے۔ (معارف القرآن:۱/ ۴۳۹)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر کسی کے چھوٹے بچے ہوں، یا بڑے ہوں، لیکن مال کم ہو تو امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وصیت نہ کرنا بہتر ہے اور اگر اولاد بڑی ہو اور مال بھی زیادہ ہو تو پہلے واجبات کی وصیت کرے، پھر غیر وارث رشتہ داروں کے لیے، اس کے بعد پڑوسیوں کے لیے کرے۔ (فتاویٰ قاضیخان علی الہندیۃ: ۳/ ۴۹۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کسی بھی مسلمان کے پاس کوئی مال ہو جس کی اسے وصیت کرنی ہے، تو اس کے لیے یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ دو راتیں گزر جائیں اور اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (صحیح بخاری: ۲۷۳۸)

اس حدیث میں جہاں ایک طرف وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، وہیں دوسری طرف اس بات کا بھی حکم دیا گیا ہے کہ وصیت نامہ بنوالیا جائے، تاکہ وارثین اور وصی کے درمیان کسی طرح کا اختلاف نہ ہو۔ واضح رہے کہ قانونی طور پر وصیت کی بہت زیادہ اہمیت ہے، اس لیے کسی بھی طرح کی جائز وصیت ہو، اس کو قلمبند کر لینا چاہیے۔ اس کے لیے کسی شرعی ادارہ مثلاً دارالقضاء سے وثیقہ اور وصیت نامہ بنالیا جائے؛ تاکہ بعد وفات کسی طرح کی کوئی شرعی قباحت اور اختلاف نہ ہو۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....